مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا آزاد قلم کے شہسوار، اُردو کے بلند پایہ ادیب اور فن خطابت کے ساحر ہونے کی وجہ سے آغاز شباب ہی میں ۱۰ کروڑ دلوں پر حکومت کر چکے ہیں۔ مگر 'کانگریسی سیاست' میں اپنی پوری شخصیت دے دینے کے بعد 'احیاے دین کا کام تو چھوٹا ہی تھا، مسلمان قوم' بھی ان سے بگڑ گئی۔ اس ٹریجڈی کے پس منظر میں بزمی صاحب نے مولانا کی بلند پایہ شخصیت پر یہ مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالے کو انھوں نے لکھنا تو تنقید وتبصرے کی نیت سے چاہا تھا، مگر کر گئے قصیدہ گوئی، اور قصیدے کے خطوط پر جو سیرت نگاری ہو وہ لٹریچر میں کسی مفید چیز کا اضافہ نہیں کرتی۔ ان کے مقالے کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بزمی صاحب کبھی تو مسلمانوں سے یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ: (۱) موصوف کی قابلیتوں کی وجہ سے قوم ان پر اعتماد کرے اور ان کے پیچھے چلے۔ کبھی یہ کہ (۲) وہ مولانا پر ترس کھائے اور ان کی لغزشوں کو نظرانداز کردے، اور کبھی یہ کہ (۳) ان کی سیاست کو ناپسند بھی کرتی ہو تو ان کی تذلیل نہ کرے۔ شاید وہ یہ تینوں باتیں ہی کہنا چاہتے ہیں مگر اپیل کے پہلے جز سے عقل عام کبھی اتفاق نہیں کرسکتی۔ لیڈرشپ کے لیے محض ذہنی بلندی اور کردار کی مضبوطی ہی دیکھنے کی چیز نہیں ہے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ذہن اور کردار کس نصب العین کی خدمت میں مصروف ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ مولانا نہ تو مسلم قوم کے موجودہ نصب العین کا ساتھ دے رہے ہیں، نہ اسلام کے مقصد اعلیٰ ہی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس حال میں 'نہ مسلم قوم پرست' ان کی قیادت سے راضی ہوسکتے، نہ خداپرست مسلمان مطمئن! اپیل کا دوسرا جز بھی بے معنی ہے۔ اجتماعی تحریکوں کے معاملے میں یہ چاہنا کہ لوگ کسی بڑے آدمی کا لحاظ کر کے اس کی غلطیوں پر ترس کھائیں، ایک مضحکہ انگیز مطالبہ ہے۔ البتہ تیسرے جز کے ساتھ ہم پورے زور سے متفق ہیں اور مولانا کی توہین وتذلیل کرنے والوں کا رویہ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ جس کی قیادت بھی ناپسندیدہ ہو اُس کی پورے زور سے تردید کیجیے اور اس کے اصولوں کے خلاف معقول طریقوں سے شدید جنگ لڑیئے، مگر اس اصولی جنگ کے لیے گالی اور خفیف الحرکتی کے اسلحے کا استعمال کسی طرح روا نہیں ہے۔[مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوسعید بزمی پر تبصرہ]۔ ('مطبوعات'، نعیم صدیقی، ترجمان القرآن، جلد۲۸، عدد۶، جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ، مئی ۱۹۴۶ء، ص۶۴)